عائلی مسائل پر عالمانہ تبصرہ

مرتبین

- مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ (شاگرد شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ)
(سابق مرکزی نائب صدر جمعیت علمائے ہند و بانی جمعیت علمائے اسلام پاکستان)
- و اکابر علماء و اراکین مجلس شوریٰ جمعیت علمائے اسلام پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

کتاب	عائلی مسائل پر عالمانہ تبصرہ
تحریر	مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، بہاؤالدین
	مولانا مفتی محمد شفیعؒ، سرگودھا
	مولانا سید میرک شاہ اندرابیؒ، لاہور
	مولانا قاضی عبدالکریمؒ، کلاچی
	مولانا ضیاء الحقؒ، لاہور
	مولانا مفتی محمودؒ، ملتان
اہتمام	مشہود مفتی
کتابت	مفتی عبید الرحمٰن 0321-7905872
اشاعت اول	مارچ ۲۰۰۴ء
اشاعت دوم	۲۰۲۳ء

ناشر

اسلامی تعلیمی ادارہ

جامع مسجد قادریہ جناح کالونی فیصل آباد

Email: ulemaeludhiana@gmail.com

عائلی مسائل پر عالمانہ تبصرہ

مرتبین

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
(شاگرد شیخ الہند مولانا محمد حسنؒ)
(سابق مرکزی نائب صدر جمعیت علماء ہند و بانی جمعیت علمائے اسلام پاکستان)
واکابر علماء وارا کین مجلس شوریٰ جمعیت علمائے اسلام پاکستان
(مولانا مفتی محمد شفیعؒ، سرگودھا۔ مولانا سید میرک شاہ اندرابیؒ، لاہور۔ مولانا قاضی عبدالکریمؒ، کلاچی۔ مولانا ضیاء الحقؒ، لاہور۔ مولانا مفتی محمودؒ، ملتان)

اہتمام

مشہود مفتی

فہرست

عائلی مسائل پر عالمانہ تبصرہ ۶
اسلام کی عالمگیر کشش ۷
مخالفین اسلام کا پروپیگنڈا اور شکست ۷
مسلمانوں کی خود فراموشی ۸
نظام العلماء کی فرض شناسی ۹
ایک اصولی غلطی ۹
نکاحِ ثانی ۹
اس کی وضاحت ۱۰
اول: ۱۰
دوم ۱۱
سوم ۱۱
چہارم ۱۱
پنجم ۱۲
ششم ۱۲
ہفتم ۱۲
ہشتم ۱۲

نہم ۱۲
دہم ۱۲
نکاح کی رجسٹریشن ۱۳
طلاق ۱۳
نکاح کی عمر ۱۵
پوتے اور نواسے کی وراثت ۱۶

عائلی مسائل پر عالمانہ تبصرہ

پاکستان میں جب بھی آئین معطل اور جمہوری حکومت کو برطرف کر کے سیاسی جماعتوں پر پابندی لگائی گئی تو جمعیت علماء اسلام بھی اس کی زد میں آتی رہی، لیکن علماء نے اپنا کام نظام العلماء پاکستان کے نام سے جاری رکھا۔ زیر نظر مضمون جنرل ایوب خان کے دور میں مسلط کیے گئے عائلی قوانین کے رد میں جمعیت کی شوریٰ کا فیصلہ ہے۔ ہم جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے امیر مولانا محمد عبد اللہ مد ظلہ کے ممنون ہیں جنھوں نے یہ نایاب دستاویز اشاعت کے لیے مرحمت فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مجلس شوریٰ نظام العلماء مغربی پاکستان نے مسلم فیملی لاز آرڈیننس کے بارے میں تجویز تو پاس کر دی مگر اس آرڈیننس کی دفعات پر علمی روشنی میں تبصرہ کرنے کے لیے جید علماء کی ایک سب کمیٹی مرتب کی، جس کے لیے حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ سراج العلوم سرگودھا، حضرت اقدس مولانا سید میرک شاہ صاحب اندرابی شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور، حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی خطیب جامع مسجد منڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات، حضرت مولانا قاضی عبد الکریم صاحب مہتمم مدرسہ نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب سابق صدر مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور کے اسمائے گرامی تجویز ہوئے اور ناظم حضرت مولانا مفتی محمود صاحب صدر مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان قرار پائے۔ چنانچہ

ان حضرات نے مندرجہ ذیل بیان بطور تبصرہ مرتب فرمایا:

اسلام کی عالمگیر کشش

اسلام کی ابتدا بے بسی اور کس مپرسی کی حالت میں ہوئی لیکن یہ اپنی حقیقت و صداقت کی وجہ سے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتا چلا گیا۔ بیس بائیس سال کے عرصہ میں اسلام کے نام لیوا روم وایران جیسی طاقتوں پر غالب آگئے اور ابھی سو سال نہ گزرے تھے کہ مراکش اور اسپین سے لے کر صحرا نشینوں اور شتربانوں کا یہ گروہ انڈونیشیا اور چین تک جا پہنچا۔ دشمنانِ اسلام ان کی اس خارقِ عادت اور معجزانہ فتوحات سے حیران اور انگشت بدنداں تھے۔ وہ جہاں جاتے ان کی اعلیٰ صفات، عمدہ اخلاق اور بہترین تعلیمات سے لوگ متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے۔ ایک طرف فتوحات کا غیر متناہی سلسلہ دوسری طرف اسلام کی اشاعت، یہ سیلاب بقول مرحوم اقبال کے کسی سے تھمتا نہ تھا۔

یورپ کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

مخالفین اسلام کا پروپیگنڈا اور شکست

وہ قومیں اگرچہ یقین رکھتی تھیں کہ اسلام کا یہ فوق العادت ارتقاء اس کی صداقت اور اخلاقی قوت پر مبنی ہے۔ مگر تعصّب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انہوں نے اسلام کے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے شروع کر دیے تھے تاکہ باقی لوگ اسلام کے جھنڈے کے نیچے نہ آسکیں۔ ان پروپیگنڈوں میں مسئلہ غلامی، پردہ، عقدِ بیوگان، مسئلہ جہاد، تعددِ ازواج، طلاق اور نکاحِ ثانی وغیرہ مسائل تختۂ مشق تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ باطل کی ہر طاقت کو اہلِ اسلام کے مقابلہ میں منہ کی کھانی پڑی اور دنیا کے ہر صاحب نظر و فکر کو یہ ماننا ہی پڑا کہ اسلام اور اسلام کا ہر عقیدہ اور ہر مسئلہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ صدیوں کے بعد مخالفین اسلام نے حالات سے مجبور ہو کر اسلامی مسائل کو اپنایا۔ یورپ والوں نے طلاق کی اجازت دی لیکن خاوند کے حق میں عدالت کو شریک کر دیا۔ مرد کو عدالت سے طلاق حاصل کرنے کے لیے عورت کے عیوب بیان کرنے

پڑتے ہیں جس سے آئے دن اخباروں میں رسوائی ہوتی رہتی ہے۔ ہندوؤں کو بھی اسمبلیوں میں طلاق کے لیے بل پیش کرنے پڑے۔

دوسری شادی پر اعتراض کرنے والوں کی ہٹ دھرمی نے حق کو تو قبول کرنے نہ دیا مگر ان کو دوسری باقاعدہ شادی کی بجائے بیسیوں بے قاعدہ بیویوں سے محبّت کرنی پڑی اور آج اسی آوارگی کا نتیجہ ہے کہ زنا اور شراب نے ان کے معاشرہ کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور اقوامِ متحدہ کی سالانہ رپورٹ میں یہاں تک لکھا گیا کہ جنوبی امریکہ میں ساٹھ فیصدی بچے حرامی پیدا ہوتے ہیں۔ حرامی بچوں کا یہ تناسب مصر میں ایک فیصدی سے بھی کم بتا کر اس پر حیرانی ظاہر کی گئی ہے اور پھر یہ لکھا گیا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان حسب ضرورت دوسری شادی کر لیتے ہیں۔ امریکہ میں پچاس لاکھ عورتیں مردوں سے زیادہ ہیں جس کی وجہ سے وہاں کے اخلاقی حالات ناقابلِ بیان حد تک تباہ ہیں۔ اگر امریکہ کے پچاس لاکھ ساہو کار ان عورتوں سے شادی کر لیتے تو تمام مشکلات حل ہو جاتیں، مگر وہ حرام ہی کو پسند کرتے ہیں۔ اسلام نے عورتوں کو حقِ وراثت دیا، مہر دیا، گھر کی پاکدامن ملکہ بنایا لیکن دشمنوں نے پروپیگنڈا کیا کہ عورتوں کو قید کر دیا ہے۔ انھوں نے آزادی کے نام سے بیچاری کم سمجھ عورتوں کو بچوں کا کھلونا بنا دیا اور بازار میں دو چار ٹکوں پر بکنے والی گڑیا بنا کے رکھ دیا۔ آج ایک معمولی بوالہوس چاہے تو بڑی شریف زادی کے ساتھ محبت کر سکتا اور دن بھر اس کو سامانِ تفریح بنا سکتا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانوں کی خود فراموشی

اب جبکہ اہلِ باطل اپنے غلط نظریات کے نتائج سے چور چور ہو کر راہِ نجات کی تلاش میں چند سالوں سے بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ ہمارے ہاں کے مغرب زدہ اور خود فراموش افراد ان کی ظاہری ٹیپ ٹاپ پر لٹو ہو کر اس شیطانی تہذیب کو چند سالوں سے پاکستان میں فروغ دے رہے ہیں اور غالبًا انھی کے پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر ہمارے محترم وزیر قانون پاکستان نے عائلی کمیشن کی مدفونہ رپورٹ کو قانون بنانے کے لیے سفارش کی وہ تو خیر گزری کہ صدر محترم نے اس کے نفاذ میں تین ماہ کا التوا کر دیا تاکہ ہم اس پر اپنی رائے ظاہر کر سکیں۔ اس سلسلہ میں نہایت افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ وزیر قانون صاحب نے ایک پریس کانفرنس میں اس کو قرآن کے عین مطابق ظاہر کرنے

کی کوشش کی ہے۔

نظام العلماء کی فرض شناسی

نظام العلماء مغربی پاکستان کے بیسیوں علماء نے قبل از وقت ان سے درخواست کی کہ ایسی غلطی نو کروڑ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کر دے گی۔ مگر افسوس کہ انھوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور آج مجلس شوریٰ نظام العلماء مغربی پاکستان کے اکیاسی ارکان اور مندوبین حکومت کی خدمت میں اس کے خلاف تجویز پیش کرنے پر مجبور ہوئے۔ صدر محترم پاکستان کے جاری کردہ آرڈیننس مسلم فیملی لاز آرڈیننس کی دفعات پر ترتیب وار تبصرہ کر کے یہ اجلاس نہایت نیک نیتی اور خیر خواہی کے جذبات سے ان پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ یہ شریعت کے خلاف ہے اور اس کو منسوخ کرنے ہی میں ہماری سعادت ہے۔

ایک اصولی غلطی

ایک اصولی غلطی یہ ہوئی ہے کہ مسلمہ قانون ہے کہ ہر فن اور ہر شعبہ کے مسلمہ ماہرین کی متفقہ رائے ہی دو اور دو چار کی طرح یقینی ہو سکتی ہے مگر اس اصول کو جہاں اور شعبہ جات میں قائم رکھا گیا وہاں اسے شرعی قوانین میں نظر انداز فرما دیا گیا۔

نکاحِ ثانی

(۱) آرڈیننس کی رو سے دوسرا نکاح کرنے والے کو پہلے اپنی پہلی بیوی سے اجازت لینی ہوگی۔

(۲) پھر علاقہ کے یونین کونسل کے چیئرمین کو اجازت کے لیے درخواست دینی ہوگی۔

(۳) وہ بیوی اور خاوند کے دو نمائندوں سے مل کر یہ فیصلہ کرے گا کہ آیا واقعی دوسری شادی کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اس اجازت کے بعد عقد ثانی کیا جا سکے گا۔ اس آرڈیننس کی دفعات میں یہ ایک دفعہ ایسی ہے جس کی وجہ سے محترم وزیر قانون قرآن پاک کا نام لے سکتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ

خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً ﴾ [النساء: ۳]

ترجمہ: تو تم اپنی پسند کے مطابق عورتوں کو عقد نکاح میں لاؤ۔ دو دو اور تین تین اور چار چار، پھر اگر تمھیں یہ ڈر ہو کہ برابری نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے نکاح کر لو۔

محترم وزیر صاحب یوں سمجھے کہ چونکہ عورتوں میں برابری نہیں ہوتی اور اس کے بغیر قرآن پاک زیادہ کی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا دوسرا نکاح قانوناً بند کر دینا چاہیے تاوقتیکہ کونسل کا چیئرمین اجازت نہ دے دے۔

اس کی وضاحت

اول:

قرآن پاک کی یہ ممانعت ایسی قانونی ممانعت نہیں ہے جس کا نفاذ حکومت کے ذمہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کریمانہ نصیحت ہے کہ بے انصافی کا ڈر ہو تو ایک ہی کر لیا کرو۔ یہ بات ہر شخص اپنے ضمیر سے پوچھے گا۔ اس میں حاکم کو مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسے ریاکاری کی نماز حرام ہے مگر اس میں حاکم کیا مداخلت کر سکتا ہے؟ چوری اور ڈاکہ کے ارادے سے گھر سے چل پڑنا گناہ ہے مگر عدالت اس میں اس وقت تک دخل نہیں دے سکتی جب تک کہ کسی انسان پر ظلم کرنے کا واقعہ پیش نہ آجائے۔ اسی طرح دوسری شادی میں عدل نہ کر سکنے کا خوف ہو تو شادی کرنے والے کو نصیحت کی گئی ہے کہ ایسی صورت میں ایک ہی پر اکتفا کرو۔ مگر اس میں حکومت اس وقت تک دخل نہیں دے سکتی جب تک کسی ایک بیوی پر ظلم ہو کر دادخواہی کی نوبت نہ آجائے۔ نکاح سے پہلے تو ظلم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ ہر شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اگر خطرہ ظلم کا ہو تو نہ کرے ورنہ اس کو کھلی اجازت ہے۔ پھر یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص نکاح ثانی کرتے وقت بالکل عدل کا ارادہ کیے ہوئے ہے بعد میں بتقاضائے بشریت اس سے کمزوری سرزد ہو جاتی ہے۔ جیسے کسی کی امانت رکھنے میں ایک شخص کو اپنے متعلق خیانت نہ کرنے کا یقین ہے مگر بعد میں اس سے امانت میں خیانت سرزد ہو جاتی ہے۔ اب حکومت اس کو گرفت کرے گی مگر اس کو امانت

رکھنے سے کسی وقت نہ روک سکے گی۔

دوم

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن پاک میں عدل کی وضاحت کی گئی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ [النساء: ۱۲۹]

ترجمہ: اور تم سے کبھی نہ ہوسکے گا کہ عورتوں میں برابری کرو چاہے تم کتنا ہی چاہو۔ اس لیے ایسا کرو کہ بالکل ایک کے نہ ہو رہو کہ دوسری کو لٹکا ہوا چھوڑ رکھو (کہ نہ اسے تم پوچھو اور نہ وہ دوسرا خاوند کرسکے) نہ اِدھر کی رہی نہ اُدھر کی۔

تو قرآن پاک جو چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ ایک کو بالکل نظر انداز نہ کردو اتنا ہی عدل مطلوب ہے۔ ورنہ پوری برابری تو خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ تم سے نہیں ہوسکے گی۔ تو جو بات قرآن ممنوع قرار دیتا ہے وہ کالمعلقۃ ہے اور اس کے لیے آرڈیننس کی ضرورت نہیں۔ جب بھی ضرورت پڑی اس کے تدارک کے لیے عدالت اور قانون تنسیخ نکاح موجود ہے۔

سوم

ثالثاً یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آرڈیننس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا نکاح کوئی جرم اور عار کی بات ہے۔ صرف ضرورت کے وقت اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ حالانکہ قرآن پاک دو دو، تین تین، چار چار نکاح کرنے کا حق مردوں کو دیتا ہے۔ صرف ایک خطرے کی صورت میں ایک پر اکتفا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہے:

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ [النساء: ۳]

چہارم

چوتھی بات یہ ہے کہ ایک ایسے کام پر سزا تجویز کرنا جس پر عہدِ صحابہ سے لے کر آج تک کسی نے سزا نہیں تجویز کی اور نہ قرآن پاک میں اور نہ حدیث میں اس کا ذکر ہے، اس کو مداخلت فی الدین کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

پنجم

پانچویں بات یہ ہے کہ دوسرے نکاح کو پہلی بیوی کے خلع وتفریق کے لیے وجہِ جواز قرار دینا دین میں خود ساختہ اضافہ ہے۔

ششم

چھٹی بات یہ ہے کہ دوسرے نکاح سے پہلی بیوی کو فوراً مہر دینے کا لزوم، چاہے وہ مہر موجل (خاص میعاد تک) کیوں نہ ہو بے چارے مرد پر خواہ مخواہ کا غصہ ہے۔

ہفتم

ساتویں بات یہ ہے کہ ایسا دوسرا نکاح بلا اجازت کیا ہوا رجسٹرار کے دفتر میں درج نہ ہو گا جس کے ظاہری معنیٰ یہ ہیں کہ وہ نکاح نہ سمجھا جائے گا۔ حالانکہ شریعت میں نکاح دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرنے کا نام ہے اور بس۔

ہشتم

آٹھویں بات یہ ہے کہ اس طرح کا بلا اجازت نکاح اگر نکاح نہیں سمجھا جاتا تو کیا اس نکاح کی اولاد حرامی اور میراث سے محروم ہوگی؟ یہ شریعت کے قطعاً خلاف ہے۔

نہم

نویں بات یہ ہے کہ ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ﴾ کا مفہوم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے خلفائے راشدین نے اور تمام صحابہ اور اہل بیت نے ہم سے زیادہ سمجھا تھا۔ باوجود اس کے ان سبھوں نے زیادہ نکاح کیے۔ کیا ان مبارک ہستیوں کے مسلسل عمل کے ہوتے ہوئے ہمیں اس کو جرم قرار دینے میں تامل نہ کرنا چاہیے؟

دہم

دسویں بات یہ ہے کہ دوسرا نکاح ملک میں ایک فیصدی بھی نہیں ہے اور بلا نکاح کے فاحشہ عورتوں سے منہ کالے کرنے کا رواج اور بے حیائی کا طوفان دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ اگر ہم واقعی دین کی کوئی خدمت یا بیویوں کے دکھ کا مداوا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو بند کریں۔ آخر چکلے باقی رکھنے

سے کون سی برکات کی بارش ہو رہی ہے اور نامحرم عورتوں اور مردوں کے باہمی اختلاط کو فروغ دینے سے کون سی مہم آسان ہو جاتی ہے؟

نکاح کی رجسٹریشن

دفعہ ۵ کی رو سے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ یونین کونسل کے رجسٹر نکاح میں نکاح کا اندراج کیا جائے ورنہ تین ماہ قید یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ ہو گا یا دونوں سزائیں۔

(۱) اسلام انعقاد نکاح کے لیے فریقین کے سوا دو گواہ چاہتا ہے جن کے سامنے ایجاب وقبول ہو سکے۔ انعقا د نکاح کے لیے قاضی اور رجسٹر لازم نہیں ہیں اور نہ تحریر ضروری ہے۔

(۲) چودہ سو سال تک تمام امت نے بغیر رجسٹریشن کے نکاح کیے۔

(۳) محض انتظامی طور پر رجسٹریشن کی جا سکتی ہے اور عوام کو ترغیب کے ذریعے اس کی طرف متوجہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس کو اس طرح کا قانون بنانا کہ اس کے بغیر نکاح نکاح نہ سمجھا جائے شریعت میں اضافہ کا مترادف ہے۔

(۴) پھر کیا رجسٹریشن کے بغیر صرف ایجاب وقبول کے ذریعہ کیے ہوئے جائز نکاح کی اولاد حرام کی ہو گی؟ اور کیا وہ وراثت سے محروم ہو گی؟

(۵) ایک ایسے فعل پر جو شرعاً جرم نہیں ہے قید و جرمانہ کی سزا دینا کیسے حق بجانب ہو سکتا ہے۔ شریعت اس کو بے گناہ قرار دے اور ہم گنہگار؟

طلاق

طلاق کے سلسلہ میں آرڈیننس میں کہا گیا ہے کہ طلاق دے چکنے والا علاقہ کی یونین کونسل کے چیئرمین کو نوٹس دے گا۔ وہ ایک ماہ کے اندر میاں بیوی دونوں کی طرف سے دو نمائندوں سے مل کر صلح کی کوشش کرے گا۔ اگر صلح ہو گئی تو فبہا! ورنہ طلاق واقع ہو جائے گی اور چیئرمین کو نوٹس نہ دینے کی شکل میں طلاق دینے والا ایک سال قید اور ۵ ہزار روپے جرمانے کا یا دونوں سزاؤں کا مستحق ہو گا۔ یہ مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے خلاف شریعت ہے:

(۱)قرآن پاک نے طلاق کا حق خاوند کو دیا ہے۔ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ﴾ [البقرة: ٢٣٦]

ترجمہ:تم پر کوئی گرفت نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو۔

دوسری جگہ خاوند کو﴿بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ [البقرة: ٢٣٧]فرمایا گیا ہے کہ نکاح کی گرہ کا مختار اس کے سوا ابتداء اسلام سے آج تک طلاق کے حق میں خاوند کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کیا گیا تو اس میں چیئرمین صاحب کو شریک بنانا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔پھر طلاق کے بعد یہ صلح کمیٹی کیا معنی رکھتی ہے؟

(۲) عدت طلاق نوٹس کے بعد سے شروع ہوگی چاہے نوٹس ایک ماہ کے بعد دیا گیا ہو۔ حالانکہ عدت طلاق کے بعد سے فوراً شروع ہو جاتی ہے۔یہ بھی قرآن کے خلاف ہے۔

(۳) طلاق اس کمیٹی کی مصالحانہ کوشش کی ناکامیابی کے بعد واقع ہوگی۔حالانکہ طلاق منہ سے نکلتے ہی واقع ہو جاتی ہے۔

(۴) طلاق اگر تین ہیں تو مصالحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور آرڈیننس پھر بھی صلح کرانے کا مجاز بناتا ہے۔گویا طلاق سے رجوع کا حق دیتا ہے حالانکہ ملک کی غالب اکثریت حنفی مسلک والوں کے ہاں تین طلاق کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا اور نہ دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے۔یہ دونوں باتیں شریعتِ اسلامیہ کے خلاف ہیں۔

(۵) طلاق کی عدت جبکہ بیوی حاملہ نہ ہو نوے دن مقرر کی گئی ہے۔حالانکہ قرآن پاک نے ﴿ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ [البقرة: ٢٢٨] یعنی تین حیض بتائی ہے اور یہ تین بار کی ماہواری کبھی دو مہینے سے پہلے پوری ہو جاتی ہے اور کبھی تین ماہ سے زیادہ مدت میں۔یہ بھی قرآن پاک کے صریح خلاف ہے۔ تین ماہ کی عدت قرآن پاک میں حسب فرمان ﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ﴾ [الطلاق: ٤] ان عورتوں کے لیے ہے جن کو ماہواری نہ آتی ہو، حسب فرمان ﴿وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ [الطلاق: ٤]ان عورتوں کے لیے جو نابالغ ہوں۔

(٦) حاملہ ہونے کی صورت میں آرڈیننس میں عدت بچہ ہونے کو بتایا گیا ہے بشرطیکہ بچہ

نوے دن سے زیادہ کا ہو جائے۔ اگر جلدی ہو جائے تو نوے دن پھر بھی پورے کرنے ہوں گے۔ یہ بھی قرآن پاک کے خلاف ہے۔ قرآن پاک میں حاملہ کی عدت صرف وضع حمل تک ہے۔ ﴿أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق: ٤]

(۷) آرڈیننس میں مصالحت کے لیے اس نازک گھریلو معاملہ کے اندر ایک غیر متعلق آدمی یعنی چیئرمین کو دخیل بنایا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن پاک میں صلح کرانے کے لیے صرف دونوں فریق کے دو نمائندوں کا ذکر ہے۔ پھر اگر یہ چیئرمین صاحب کوئی عیسائی یا مرزائی ہو تو اور مصیبت ہوگی۔

(۸) چیئرمین کو طلاق دے دینے کی اطلاع اگر نہ دی گئی تو ایک سال قید اور ۵ ہزار روپے جرمانہ کی سزا ہوگی۔ اسلام میں نہ اپنے طلاق کی کسی کو خبر کرنے کی پابندی ہے، نہ اطلاع نہ کرنے کی یہ سزا۔ یہ بھی قطعاً غیر اسلامی دفعہ ہے۔

(۹) اس قانون میں خاوند طلاق کی وجوہات بیان کرے گا تو فتنہ کی آگ بھڑک سکتی ہے حالانکہ اسلام کا قانون ہے: ﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ [البقرة: ٢٢٩] کہ باقاعدہ بیوی بنائے رکھو یا اچھے طریقے سے علیحدہ کر دو۔

نکاح کی عمر

آرڈیننس میں قرار دیا گیا ہے کہ جس لڑکی کی عمر سولہ سال سے کم ہوگی۔ اس کا نکاح نہ ہو سکے گا یہ حکم کتاب و سنت کے خلاف ہے۔

(۱) قرآن پاک نے جہاں عدت کا بیان کیا ہے وہاں فرمایا ہے کہ: ﴿وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ [الطلاق: ٤] کہ جن لڑکیوں کو ابھی حیض نہیں آیا ان کی عدت (بجائے تین ماہواری کے) تین مہینے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عدت طلاق کے بعد ہوتی ہے اور نکاح سے پہلے طلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ گویا قرآن پاک نابالغ لڑکی کے نکاح کی صاف اجازت دیتا ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ صدیقہ کا عقد کم و بیش ۶ سال کی عمر میں ہوا جبکہ عرب کے گرم ملک میں اس وقت لڑکی قریب بلوغت ہو جاتی ہے اور حضرت علی رضی اللہ

عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم جو حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھیں، ان کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کم عمر میں ہوا۔ (دیکھو الفاروق مصنفہ شبلی نعمانی بحث ازواج واولاد)

اور اس وقت سے لے کر اب تک اس کے جواز میں کسی نے شک نہیں کیا۔ اس کو خلافِ قانون قرار دینا افسوس ناک ہے۔ ہم اس فعل کو جسے آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اور قرآن سے جائز ثابت ہو رہا ہو کیسے غلط کہہ دیں۔ یہ اور بات ہے کہ عام طور پر ایسا کرنے سے معاشرہ میں قسما قسم مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں۔ مگر اس کی روک تھام وعظ ونصائح اور تبلیغ سے کی جانی چاہیے۔ دراصل یہ صغر سنی کی شادی کی مصیبت ہندوؤں کے ہاں رائج ہے جو گود کے بچوں کی شادیاں کرتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے اسمبلی میں سارد ابل پیش کیا تھا جو پاس ہو کر سارد اایکٹ بن گیا۔ اس وقت بھی سارے ملک نے اس قانون کے خلاف زبردست احتجاج کیا تھا۔ ورنہ مسلمانوں میں ایسی شادیاں ایک فیصدی سے بھی کم ہیں۔

(۳) آرڈیننس میں سولہ سال کی عمر نکاح کے لیے تجویز کی گئی ہے۔ مگر دوسری طرف اسکولوں، کالجوں کلبوں اور ناچ گھروں کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ اس ماحول میں لڑکی جو تقریباً ۱۳ سال میں بالغ ہو جاتی ہے کس طرح بداخلاقی سے بچائی جا سکتی ہے اور اس آرڈیننس سے والدین پر کتنی بڑی ذمہ داری کا بوجھ آن پڑتا ہے۔

پوتے اور نواسے کی وراثت

آرڈیننس میں مرحوم دادا کے پوتوں اور پوتیوں کو جن کے باپ مرچکے ہیں دادا کے زندہ بیٹوں کے ساتھ برابر کا وارث بنا دیا گیا ہے۔ اسی طرح مرحوم نانا کے نواسوں اور نواسیوں کو بھی جن کی مائیں مرچکی ہیں نانا کی زندہ بیٹیوں کے ساتھ وارث قرار دیا گیا ہے۔

اس حکم سے علم میراث کے مسلمہ اصول اور حضرت شارع علیہ السلام کے منشا کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ اصول یہ ہے کہ الاقرب فالاقرب کہ جو میت سے زیادہ قریب ہو اس کا حق مقدم ہے، اس کے بعد جو نمبر ۲ قریب ہے، پھر نمبر ۳۔ ایک میت کا وارث بیٹا موجود ہے اور ساتھ ہی میت کا پوتا بھی جو زندہ بیٹے کا بھتیجا ہے۔ شریعت چچا اور بھتیجے کی موجودگی میں چچا کو مقدم

قرار دیتی اور پوتے کو ایک نمبر دور ہونے کی وجہ سے محروم کرتی ہے۔

مگر چودھویں صدی کے منکرین حدیث کو ان پوتوں پوتیوں پر بڑا رحم آتا ہے۔ وہ ان کو حصہ دلا کر قرآن پاک کے بیان کردہ دوسرے وارثوں کا حق گھٹاتے اور ان پر ظلم کرتے ہیں۔ اگر یہ حق ان پوتوں کو یتیم ہونے کی وجہ سے دیا جاتا ہے تو پھر ان کے سوا خاندان میں جو دوسرے یتیم ہیں ان کو کیوں محروم کرتے ہیں۔ اگر غریب اور مفلس ہونے کی وجہ سے ہے تو دوسرے غریب اور مفلس رشتہ داروں کو کیوں نہیں دلاتے اور اگر حاجت اور ضرورت کا ہی لحاظ کرنا ہے تو چاہیے کہ بیٹے کو جو لکھ پتی ہے محروم کر کے صرف پوتے کو وراثت دی جائے جو دس روپے کا بھی مالک نہیں یا اگر پوتے لکھ پتی ہیں تو ان کو محروم کر دیا جائے اور صرف غریب بیٹیوں کو دیا جائے۔ (منکرین حدیث عوامی جذبات ابھارنے کے لیے یتیم کا لفظ بے ضرورت استعمال کرتے ہیں)

یہ سب قصور جہالت کا ہے، وہ منکرین یہ بات سمجھتے نہیں ہیں کہ ترکہ کی تقسیم احتیاج یا غریبی اور یہ یتیمی کی وجہ سے نہیں ہوتی، نہ وہ صدقہ ہے، وہ تو حق مالکیت کا انتقال ہے جو میت کے زیادہ قریب ہو گا وہی زیادہ حق دار ہو گا۔

(۲) اگر کسی کو یہ وسوسہ ستا رہا ہو کہ قرآن نے فرمایا ہے: ﴿فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ [النساء: ۱۱] اور اولاد میں بیٹے اور پوتے سارے ہی آ جاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تو زندہ اور مرے ہوئے سارے بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد اپنے ماں باپ کے ساتھ دادا اور نانا کی وراثت میں برابر کے شریک ہوں گے کیونکہ وہ سب اولاد ہیں۔ پھر آپ صرف یتیم پوتوں کی کیوں تخصیص کر رہے ہیں۔

(۳) اسلام سے زیادہ یتیم پروری کی تعلیم کسی نے نہیں دی۔ لیکن اسلام ایک کا حق چھین کر یتیم کو نہیں دلانا چاہتا۔ اگر دادا اپنے یتیم پوتے کو واقعی دینا چاہتا تو اس کو اپنی زندگی میں بطور ہبہ کے جو چاہے دے سکتا ہے اور اگر زندگی میں نہیں بلکہ مرنے کے بعد دینا چاہتا ہے تو اس کو شریعت وصیت کی اجازت دیتی ہے۔ وہ اپنے تمام مال میں سے ثلث (تہائی) مال کی وصیت پوتے کے لیے کر سکتا ہے جس کے ذریعے بسا اوقات وہ دوسروں سے حصہ میں بڑھ جائے۔ مثلاً ایک شخص کے تین ہزار روپے ہیں یا اتنے کی جائیداد۔ اس نے یتیم پوتے کو تہائی مال کی وصیت لکھ دی۔ اس

کو شرعاً و قانوناً ایک ہزار روپیہ ملے گا۔ باقی دو ہزار اگر میت کے چار بیٹوں میں تقسیم ہو تو صرف پانچ پانچ سو ایک ایک کو مل سکے گا۔ لیکن اگر اپنا حقیقی دادا اور نانا اس کو اپنی اولاد کے مقابلہ میں نہیں دینا چاہتا تو اوروں کو کیا حق ہے کہ اس کے مال پر فاتحہ پڑھیں۔

اگر اصولِ میراث پر نگاہ ہو تو بات کوئی مشکل نہیں ہے جیسے یہاں بیٹے اور پوتے میں ایک پشت کا فرق ہے۔ اسی طرح میت کے حقیقی بھائی بہن اور چچا زاد اور خالہ زاد بھائی بہن میں بھی صرف ایک واسطے کا فرق ہے۔ بھائی باپ کے نطفہ میں اور چچازاد دادا کے نطفہ میں شریک ہے۔ پھر حقیقی بھائی کے ساتھ چچازاد خالہ زاد ماموں زاد وغیرہ بھائیوں کو بھی شریک وراثت کرنا چاہیے بلکہ ان کی اولاد کو بھی۔

اس ادعا کے اندر کہ قرآن پوتے کو وراثت دیتا ہے کتنا گناہ عظیم مستور ہے کیونکہ ایسا کہنے والا یہ سمجھ رہا ہے کہ قرآن پاک کا حقیقی مطلب میرے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر آج تک کوئی امام مجتہد عالم اور ولی نہیں سمجھا، اس طرح سے تمام دین غلط اور ناقابل اعتماد قرار پاتا ہے۔

جب ابتدائے اسلام سے آج تک کسی ایک بزرگ کا قول بھی پوتے نواسے کی وراثت کے حق میں نہیں ہے تو پھر اس اجماعی مسئلہ کی مخالفت کون صحیح سمجھ سکتا ہے۔

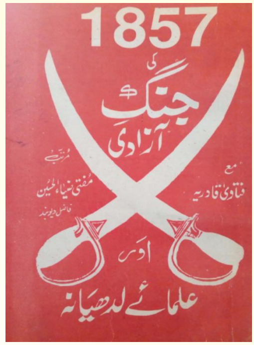
نظام العلماء مغربی پاکستان کی مجلس شوریٰ یہ واضح کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے کہ قرآن پاک کسی اور قانون یا رسم و رواج کے صحیح اور غلط ہونے کا معیار تو ہو سکتا ہے مگر کسی دوسرے قانون کو قرآن پاک کے کسی حکم کی تصدیق و تکذیب کا معیار نہیں بنایا جا سکتا۔

(بحوالہ: فتاویٰ مفتی محمود، ج۵، ص۵۷ تا ص۶۷)

وما علینا الا البلاغ

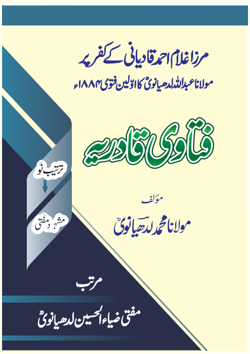
☆☆☆

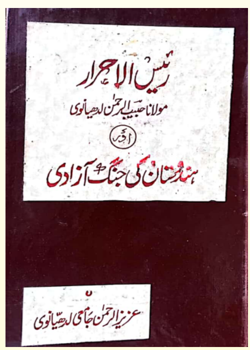
علماء لدھیانہ کی مزید کتب

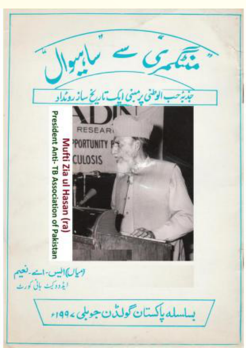












تمام کتب اس لنک پر دستیاب ہیں

https://archive.org/details/ulemaeludhiana